کامیاب مفتوح

طاہر جاوید مغل

عورت کی رضا اور ساتھ کے بغیر جنگیں تو جیتی جاسکتی ہیں مگر... دل نہیں۔ یہاں بھی کچھ ایسا ہی ماجرا تھا جب ایک انار اور دو بیمار کے مصداق ایک ہی چہرہ ان دونوں کی آنکھوں میں خواب بن کر اتر گیا تھا لیکن... کسی کو یہ خبر نہ تھی کہ اس خواب کی تعبیر کس کے حق میں سیدھی اور کس کے لیے الٹی ثابت ہونے والی تھی۔

پہیلی کی صورت الجھا دینے والی ایک

دوشیزہ کا قصہ

یہ ایک بالکل ویران جگہ تھی۔ یہ ایک چھوٹے سائز کا جزیرہ تھا۔ زمین ریتیلی اور نیم گرم تھی۔ چاروں طرف گھنا جھاڑ جھنکاڑ تھا۔ اس جھاڑ جھنکاڑ میں سے کہیں کہیں سمندر کے نیلگوں پانی کی جھلک بھی نظر آجاتی تھی۔

جمی اور ناب ایک دوسرے کے سامنے کھڑے تھے۔ دونوں کی آنکھوں سے جیسے شعلے نکل رہے تھے۔ دونوں کے بالائی جسم عریاں تھے۔ دوپہر کی چمکیلی دھوپ میں دونوں کے بازوؤں کی مچھلیاں چمک رہی تھیں اور وہ

ایک دوسرے پر جھپٹنے کے لیے بالکل تیار تھے۔

جدید طرز کے زرد خیمے میں بیٹھی ہوئی بابرہ نے..... بے چینی سے پہلو بدلا۔ اس کے ہونٹ خشک ہونے لگے تھے، اس نے منرل واٹر کی بوتل سے دو گھونٹ پانی پیا اور اپنی آنکھوں سے امڈتی ہوئی بے چینی کو چھپانے کے لیے گہرے رنگ کے سن گلاسز لگا لیے۔ وہ تیئس چوبیس سال کی ایک خوبرو لڑکی تھی۔ اس نے ایک لمبی کڑھائی دار قمیص اور جینز پہنی ہوئی تھی۔ جمی اور ناب دو بپھرے ہوئے سانڈوں کی طرح ایک دوسرے کے سامنے کھڑے رہے۔ دونوں جیسے نگاہوں ہی نگاہوں میں ایک دوسرے کو تول رہے تھے۔ دونوں نے بازو پھیلا رکھے تھے اور اپنے پاؤں کو بڑے محتاط انداز میں حرکت دے رہے تھے۔ پھر یکایک لڑائی شروع ہوگئی۔ پہلا وار جمی نے ہی کیا۔ وہ بجلی کی سی تیزی سے جھکا اور اس نے ناب کی دونوں ٹانگیں پکڑ کر اسے پشت کے بل ریت پر گرانا چاہا مگر ناب نے اپنی ٹانگیں پھیلا کر اور زور لگا کر خود کو گرنے سے بچایا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے گھٹنے کا بھرپور وار جمی کی پسلیوں پر کیا اور پھر اس کے منہ پر جو گرکی ٹھوکر رسید کر کے اسے پیچھے دھکیل دیا۔ جمی لڑکھڑا کر کئی قدم پیچھے چلا گیا۔ ایک سیکنڈ کے اندر اس کی ناک سے خون رسنا شروع ہوگیا۔ پہلے وار کی کامیابی کے بعد ناب نے پھرتی سے دوسرا وار کیا اور جمی کے منہ پر ٹانگ مارنا چاہی۔ اس مرتبہ جمی نے خود کو بچایا اور پھر ایک چنگھاڑ کے ساتھ اپنے حریف سے لپٹ گیا۔ اس نے ناب کی توانا گردن اپنے مضبوط بازو میں دبوچ لی تھی، دوسری طرف ناب نے اپنے بازوؤں کا شکنجہ جمی کی کمر کے گرد کس دیا۔ دونوں پوری طاقت سے ایک دوسرے کو دھکیلنے لگے، بالکل جیسے دو سانڈوں نے ایک دوسرے میں سینگ پھنسا لیے ہوں اور اب جسم و جاں کی پوری توانائی سے ایک دوسرے کو دھکیل کر کسی گہری کھائی میں گرانا چاہتے ہوں۔ بابرہ اب بے چینی کے عالم میں کھڑی ہوچکی تھی۔ وہ بار بار اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتی تھی۔ اسے کچھ معلوم نہیں تھا کہ ان دونوں میں سے کون یہ خونی مقابلہ جیتے گا اور اس خیمے میں اس کا "دلہا" بنے گا...... اس کے جسم و جاں کا مالک۔

شاید یہ وہی منظر تھا جو روئے زمین پر روزِ اول سے بار بار دہرایا جاتا رہا ہے۔ چرند پرند سے لے کر اشرف المخلوقات تک سب ذی نفس اس منظر کا حصہ رہے ہیں۔ اگر واضح الفاظ میں یہ بات کہی جائے تو شاید یوں ہوگی...... ایک مادہ کے لیے دو نروں کا ٹکراؤ...... جو ہمیشہ سے جاری ہے۔

اوقیانوس کے اس ویران جزیرے پر ایک تنہا خیمے کے سامنے دلکش بابرہ کے روبرو جو کچھ ہو رہا تھا، اس کے بارے میں جاننے کے لیے ہمیں تین چار ماہ پیچھے جانا پڑے گا۔ یہ کہانی جولائی کی اس حسین شام کو شروع ہوئی تھی جب جمی یعنی جمیل اور نبیل عرف ناب آئس کریم کھانے کے لیے ایک آئس کریم پارلر میں گئے تھے۔ یہ دونوں نوجوان دوست ہوانا کے ہی رہائشی تھے۔ دونوں کے آباء کا تعلق پاکستان سے تھا اور دونوں کی فیملیز قریباً ساٹھ برس سے کیوبا میں رہائش پذیر تھیں۔ دونوں کا تعلق یہاں کے خوش حال کاروباری گھرانوں سے تھا۔ دونوں غیر شادی شدہ تھے اور قریباً یکساں تعلیم یافتہ بھی تھے۔ شکل و صورت کے لحاظ سے بھی کسی ایک کو دوسرے پر ترجیح نہیں دی جاسکتی تھی۔ ہاں نبیل کے خدوخال میں سختی اور مردانہ پن نسبتاً زیادہ نظر آتا تھا۔ اس کی ٹھوڑی کے نیچے ایک پرانے زخم کا قوس نما نشان بھی تھا، تاہم یہ نشان اس کے چہرے کی دلکشی کو کسی طور متاثر نہیں کرتا تھا۔ جمیل کے چہرے کے نقوش نسبتاً تیکھے تھے۔ دونوں دراز قد اور نہایت ورزشی جسم کے مالک تھے اور یہ بھی اتفاق تھا کہ دونوں نے کالج کے زمانے میں ایک ہی انسٹی ٹیوٹ سے مارشل آرٹ کی ٹریننگ بھی حاصل کی تھی...... گلی کوچوں اور کلبوں وغیرہ میں ہونے والی لڑائیوں مارکٹائیوں کے لیے تربیت حاصل کرنا اکثر نوجوانوں کا شوق تھا۔ جمیل اور نبیل بھی ایسی مار اماری میں کافی طاق تھے۔ کئی مواقع پر وہ مقامی اور غیر مقامی پھڈے بازوں کے ساتھ نہایت کامیابی سے نمٹ چکے تھے۔

جولائی کی اس خوشگوار شام کو جب وہ دونوں اس آئس کریم پارلر میں داخل ہوئے تو انہیں ہرگز معلوم نہیں تھا کہ یہاں بھی ایک پھڈا ان کا منتظر ہے۔ بہرحال اس پھڈے کا تعلق لڑائی مارکٹائی سے نہیں، حسن و عشق سے تھا۔ جمی اور ناب نے پارلر کی ایک میز پر ایک حسین لڑکی کو اپنے میل اور فی میل دوستوں کے ساتھ بیٹھے اور باتیں کرتے دیکھا۔ وہ جب ہنستی تو ہر طرف پھول سے بکھرتے محسوس ہوتے تھے اور جب باتیں کرتے کرتے اپنے سیاہ ریشمی بالوں کو دائیں ہاتھ سے چہرے پر سے ہٹاتی تو یوں لگتا جیسے چاند بادلوں کے پیچھے چھپتا چھپتا پھر نمودار ہوگیا ہو۔ اس کی ہر ادا تیر کی طرح دیکھنے والے (حضرات) کے دل پر لگتی اور نیم بسمل کر دیتی تھی۔ جمی اور ناب بھی اس شام ایک ساتھ ہی بسمل ہوئے تھے اور دونوں نے اپنے سینے میں اس لڑکی کے لیے ایک آگ سی بھڑکتی محسوس کی تھی۔ یقینی بات تھی کہ وہ

پاکستانی یا انڈین ہے۔ ۔بے شک وہ ایک مہنگے آئس کریم پارلر میں بیٹھی تھی تاہم اس کے لباس اور اس کے دوستوں وغیرہ کو دیکھ کر اندازہ ہوتا تھا کہ وہ متوسط طبقے سے تعلق رکھتی ہے۔یعنی وہ خوش پوش لوگ، جنہوں نے ابھی خوش حالی اور امارت کی سیڑھیوں پر قدم نہیں رکھے ہوتے۔

''کیا کیا جائے؟'' جمی نے ٹھنڈی سانس بھر کر کہا۔

''کرنا کیا ہے پکڑ کر...... شادی کر لیتے ہیں۔'' ناب نے کہا۔

''شادی تو صرف ایک سے ہو سکتی ہے۔''

''تو بھئی میں ہوں نا، اس نیک کام کے لیے۔'' ناب نے ترت جواب دیا۔

جمی نے مکا تانا۔'' خبردار! اس قسم کے گندے ناپاک خیال ذہن میں نہ لانا...... اب یہ لڑکی تمہارے لیے عزت کی جگہ پر ہے کیونکہ تمہارا عزیز ترین دوست اسے اپنے لیے پسند کر چکا ہے۔''

''یہی بات میں تم سے کہنا چاہتا ہوں اور بالکل انہی لفظوں میں۔'' ناب نے کہا اور جمی پر جوابی وار کرنے کے لیے ایش ٹرے اٹھالی۔

وہ دونوں نہیں جانتے تھے کہ ہنسی مذاق کی یہ صورتِ حال کتنی جلد تبدیل ہونے والی ہے۔ یہ لڑکی اس طرح دونوں کے اعصاب پر سوار ہونے والی ہے کہ وہ اچھے دوستوں سے بدترین دشمنوں میں بدل جائیں گے۔

وہاں آئس کریم پارلر میں بیٹھے بیٹھے ان دونوں نے فیصلہ کیا کہ لڑکی کے کوائف معلوم کیے جائیں اور دیکھا جائے کہ وہ کس باغ کی مولی ہے اور اس مولی کو کس طرح اکھاڑا اور اپنی دسترس میں لایا جا سکتا ہے۔ظاہر ہے کہ یہ ایک مادر پدر آزاد معاشرہ تھا۔مرد وزن کا تعلق سماجی پابندیوں سے تقریباً آزاد تھا۔جوڑوں کے شادی کے بغیر اکٹھے رہنے کی بات تو اب بہت پرانی ہو چکی ہے۔مغربی معاشرے میں تو اب معاملات اس سے بھی آگے جاتے ہوئے نظر آتے ہیں۔اس ماحول کا اثر یقیناً ان غیر ملکیوں پر بھی پڑتا ہے جو مغرب کے بجائے مشرق سے تعلق رکھتے ہیں اور مغربی ممالک میں آباد ہو جاتے ہیں۔جمی اور ناب بھی انہی تارکینِ وطن میں شامل تھے اور غالباً وہ لڑکی بھی جو بولڈ لباس پہنے ہوئے، چند میزیں چھوڑ کر اپنے دوستوں کے ساتھ بیٹھی تھی۔

اگلے آٹھ دس روز میں جمی اور ناب نے لڑکی کا سارا حدود اربعہ دریافت کر لیا۔اس کے لیے انہوں نے اپنے ایک تیسرے دوست کی خدمات حاصل کی تھیں جو ایسے کاموں میں خاصا ماہر تھا۔لڑکی کا نام بابرہ معلوم ہوا۔وہ ان کے اندازوں کے عین مطابق پاکستانی تھی...... یعنی اس کے ''بڑے'' پاکستان سے تعلق رکھتے تھے۔لڑکی کے والدین ایک ٹریفک حادثے میں انتقال کر چکے تھے۔اس کی صرف ایک بہن تھی جو اپنے ''منہ بولے'' خاوند کے ساتھ امریکا میں رہتی تھی۔ بابرہ یہاں ہوانا میں اپنی دو بھارتی فرینڈز کے ساتھ رہائش پذیر تھی اور ایک اشتہاری فرم میں جاب کرتی تھی۔اس کا تھوڑا بہت بینک بیلنس بھی تھا۔ذاتی بائیک تھی جس پر وہ آفس آتی جاتی تھی۔ایک حوصلہ افزا بات یہ تھی کہ اس کی کہیں منگنی وغیرہ بھی نہیں ہوئی تھی، نہ ہی اس کے کسی سنجیدہ بوائے فرینڈ کا کھوج ملا۔وہ جمی اور ناب کے لیے ہر لحاظ سے ایک موزوں کیس تھی۔وہ دونوں ہی اس قابل تھے کہ اپنی شخصیت اور اپنی مالی حیثیت کے بل بوتے پر بابرہ کو اپنی بانہوں کے گھیرے میں لے سکتے تھے اور یہیں سے جمی اور ناب کے درمیان ایک خاموش چپقلش شروع ہو گئی۔

دھیرے دھیرے یہ چپقلش ایک سرد جنگ میں بدل گئی۔ان دونوں میں سے کوئی ابھی تک براہِ راست بابرہ سے ملا نہیں تھا لیکن وہ دونوں جان چکے تھے کہ وہ اسے حاصل کر سکتے ہیں۔جو بھی اس کی طرف قدم بڑھاتا، وہ تھوڑی سی کوشش سے اس مڈل کلاس لڑکی کو اپنے تصرف میں لے آتا لیکن سوال یہ تھا کہ اس کی طرف قدم بڑھائے گا کون؟ جمی یا ناب؟

ایک موقع پر جمیل عرف جمی نے بغیر اپنا نام پتا بتائے بابرہ سے فون پر تھوڑی سی بات کی۔اس بات کا پتا نبیل یعنی ناب کو چل گیا۔دونوں میں تلخ جملوں کا تبادلہ ہوا کیونکہ دونوں میں یہ طے ہوا تھا کہ وہ بابرہ کے سلسلے میں جو کچھ بھی کریں گے باہمی مشورے سے کریں گے۔پھر ایک دن جمی کو پتا چلا کہ ناب نے بے وجہ بابرہ کے آفس میں جا کر اس سے ملنے کی کوشش کی ہے۔ایک بار پھر دونوں میں تلخ کلامی ہوئی۔اس تلخ کلامی کے بعد دونوں کو اپنے اپنے کچھ پرانے زخم بھی یاد آ گئے۔ یہ روزمرہ زندگی میں سامنے آنے والے چھوٹے چھوٹے اختلافات تھے جو اس نئے اختلاف کی وجہ سے اب بڑے اور سنگین دکھائی دینے لگے تھے۔جمی نے اپنی جو اسپورٹ کار ناب کو پچھلے کئی ماہ سے چلانے کے لیے دے رکھی تھی (اور جسے وہ نشے کی حالت میں ٹھونک بھی چکا تھا) اس سے واپس مانگ لی۔دوسری طرف ناب نے اپنے ایک باکسنگ کلب میں سے جمی کا شیئر یہ کہہ کر نکال دیا کہ کلب کا کاروبار گھاٹے میں جا رہا ہے۔ایک تقریب میں ڈرنک کرتے ہوئے ناب نے جمی کی ایک جرمن دوست

لڑکی سے بدتمیزی کی۔ جمی بھی نشے کی حالت میں تھا، اس نے ناب سے کہا۔ ''چوڑی ناک والے، اپنے ہاتھوں کو اس لڑکی سے دور رکھو۔''

دونوں ایک دوسرے پر جھپٹ پڑے لیکن دوستوں نے بیچ بچاؤ کرادیا۔ بہرحال یہ سلسلہ رکا نہیں۔ دن بدن آگے بڑھتا رہا اور اس کی بنیادی وجہ وہی خوش ادا و خوش اندام بابرہ تھی۔ اس کو شاید پتا بھی نہیں تھا کہ اس کے اردگرد کیا ہو رہا ہے اور دو امیرزادے شکاریوں کا روپ دھار کر اس پر جھپٹنے کی تیاری کررہے ہیں۔

دونوں کے مشترکہ دوست حیران تھے کہ دونوں کو دیکھتے ہی دیکھتے یہ کیا ہوگیا ہے۔ وہ ایک دوسرے کی شکل دیکھنے کے روادار نہیں رہے تھے بلکہ کسی وقت تو لگتا تھا جیسے ان کے حوالے سے کوئی سنگین واقعہ رونما ہوجائے گا۔ دونوں کے قریبی دوست ٹیڈی کے سوا کسی کو معلوم نہیں تھا کہ اصل معاملہ کیا ہے۔ یہ کوتاہ قد ٹیڈی وہی تھا جس نے کچھ عرصہ قبل ان دونوں کے لیے بابرہ کے کوائف اکٹھے کیے تھے اور پھر ایک دن یہ باہمی تناؤ اپنے عروج پر پہنچ گیا۔ ناب دندناتا ہوا جمی کے آفس میں داخل ہوا اور اس سے کہا کہ وہ اکیلے میں اس سے بات کرنا چاہتا ہے۔ جمی نے اپنے دو ملازموں کو آفس سے نکال دیا۔ ناب نے جمی کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالیں اور پھنکارتے ہوئے لہجے میں بولا۔ ''فیصلہ کرلو۔''

''کیسا فیصلہ؟''

''راستے سے ہٹ جاؤ...... یا مجھے ہٹادو۔''

جمی چند لمحے تک اسے گھورنے والے انداز میں دیکھتا رہا پھر ٹھہرے ہوئے انداز میں بولا۔ ''لڑنا چاہتے ہو؟''

''لڑے بغیر اگر کوئی طریقہ ہے تو مجھے بتادو۔'' ناب نے جوابی سوال کیا۔ اس کی آواز میں شعلے رقصاں تھے اور بازوؤں کی مچھلیاں جیسے پھڑک رہی تھیں۔

اس روز اس کمرے میں ان دونوں کے درمیان کچھ طے ہوگیا۔ یہ بہت انوکھا تھا لیکن جو کچھ بھی تھا، بہت سنجیدگی سے کہا اور سنا گیا تھا۔ ان دونوں نے آپس میں ایک طرح کا ''ڈوئل'' لڑنے کا فیصلہ کیا تھا۔ وہی طریقہ کار جو دو افراد اپنے ناقابلِ حل مسئلے کے حل کے لیے اختیار کرتے ہیں۔ وہ ایک دوسرے کا مقابلہ کرتے ہیں، جو جیت جاتا ہے، وہ منزلِ مراد پاتا ہے، جو ہار جاتا ہے موت کا حق دار ٹھہرتا ہے۔ اس دن جمی اور ناب کے درمیان سب کچھ فائنل ہوگیا اور وہ طریقہ بھی طے ہوگیا جس پر عمل کرکے انہوں نے بابرہ سے رابطہ کرنا تھا اور اسے مقابلے کی جگہ پر اپنے ساتھ لے جانا تھا۔

وہ ایک ساتھ ہی اس سے ملے تھے اور اسے اپنے ساتھ ایک فائیو اسٹار ہوٹل میں لنچ کرنے پر آمادہ کیا تھا۔ وہ تینوں جب گاڑی میں ہوٹل کی طرف جارہے تھے، جمیل نے پروگرام کے مطابق اچانک ہی بابرہ کے چہرے کے سامنے بے ہوشی والا اسپرے کردیا تھا۔ وہ چکرا کر نشست پر گری اور چند سیکنڈ میں بے ہوش ہوگئی تھی۔

اور اب وہ تینوں ہوانا سے قریباً سو کلومیٹر دور اس چھوٹے سے گمنام جزیرے پر موجود تھے۔ یہ بالکل ... بے آباد جزیرہ تھا۔ یہاں دوسری جنگِ عظیم کی چند فوجی بیرکوں کے کھنڈروں کے سوا اور کچھ بھی نہیں تھا۔ شاید ہی کبھی دو چار ماہ بعد کوئی مہم جو اس طرف آتا ہو۔ بہرحال جمی اور ناب یہاں اجنبی نہیں تھے۔ وہ اپنے ساتھ کھانے پینے اور رہنے سہنے کا وافر سامان لے کر آئے تھے جس میں ایک لگژری خیمہ بھی شامل تھا۔ اپنی موٹر بوٹ انہوں نے ساحل کے گھنے درختوں میں چھپادی تھی۔ جسمانی طاقت کی اس جنگ میں دونوں میں سے جس نے بھی جیتنا تھا، اس نے یہاں بابرہ کے ساتھ اپنی فتح کا جشن منانا تھا۔ یہاں اتنا سامان موجود تھا کہ وہ کم از کم دو ماہ تک یہاں داد عیش دے سکتا تھا۔ اب یہ داد عیش کون دے گا، اس کا فیصلہ اس لڑائی کے بعد ہونا تھا۔ بابرہ نے اس سارے معاملے میں خود کو بالکل نیوٹرل ظاہر کردیا تھا۔ وہ یہ خونی لڑائی نہیں چاہتی تھی لیکن یہاں کچھ بھی اس کی مرضی کے مطابق نہیں ہورہا تھا۔ ایک طویل بحث کے بعد اس نے اس بات پر آمادگی ظاہر کردی تھی کہ ان دونوں میں سے جو بھی جیت گیا، وہ یہاں اس کے ساتھ رہنا قبول کرلے گی۔

اب ہم ایک بار پھر خیمے کے سامنے کے منظر کی طرف آتے ہیں۔ جمی نے ناب کی توانا گردن اپنے بازو میں جکڑ رکھی تھی، ناب اس کے نیچے رکوع کے بل جھکا ہوا تھا تاہم اس طرح جھکے جھکے بھی اس نے جمی کی کمر کے گرد اپنے مضبوط بازوؤں کا شکنجہ کسا ہوا تھا۔ اگر جمی اس کی گردن پر دباؤ بڑھا کر اسے بے بس کرنے کی کوشش کرتا تو وہ نیچے سے اس کی کمر کو اس بری طرح جھٹکے دیتا کہ وہ گردن پر گرفت نرم کرنے پر مجبور ہوجاتا تھا۔ دونوں پسینے میں نہائے تھے اور بری طرح ہانپ رہے تھے۔ بابرہ خیمے میں بے چینی سے پہلو بدل رہی تھی۔ وہ بالکل خالی ہاتھ تھی۔ فی الوقت خیمے میں کوئی ایسی چیز موجود نہیں تھی جسے وہ کسی بھی طرح کسی پر حملہ کرنے کے لیے یا پھر اپنا دفاع کرنے کے لیے استعمال کرسکتی۔ وہ دونوں جو ساز و سامان بھی اپنے ساتھ لائے تھے، اس وقت

موٹر بوٹ میں پڑا تھا جو یہاں سے کافی فاصلے پر تھی۔ موٹر بوٹ پر فرار ہونے کا امکان بھی بعید از قیاس تھا۔ وہ موٹر بوٹ کی الف ب سے بھی واقف نہیں تھی۔ درحقیقت وہ یہاں مکمل طور پر ان دونوں کے رحم و کرم پر تھی...... وہ دونوں میں سے کسی کی طرف دار بھی نہیں تھی۔ دونوں جو کچھ کر رہے تھے، برا کر رہے تھے۔ وہ تو بس یہ چاہتی تھی کہ یہ لڑائی جلد از جلد ختم ہو جائے۔

اچانک ناب کا داؤ چل گیا۔ اس نے یکا یک جمی کی کمر پر اتنا شدید دباؤ ڈالا کہ اس کی گردن پر جمی کی گرفت نہ ہونے کے برابر رہ گئی۔ ناب نے زور مارا اور کسی بھینسے کی طرح جمی کو دھکیلتا ہوا خیمے سے ٹکرایا۔ خیمہ زمیں بوس ہو گیا۔ باربرہ خوف سے چلاتی ہوئی باہر نکلی اور دور جا کھڑی ہوئی۔ اب جمی، ناب کے نیچے تھا اور وہ اپنے گھونسوں سے اس کے چہرے کا بھرتا بنانے کی کوشش کر رہا تھا۔ چند سیکنڈ بعد جمی نے تیزی سے پینترا بدلا اور ناب کی گرفت سے نکل گیا۔ دونوں ایک بار پھر کھڑے ہو گئے۔ دونوں کے چہرا خون سے لتھڑ گئے تھے۔ جمی کی ناک پر زیادہ چوٹ آئی تھی، تاہم کسی ضرب کی وجہ سے ناب کی ناک بھی سوج گئی تھی اور معمول سے زیادہ موٹی دکھائی دینے لگی تھی۔ اس کا جبڑا قدرے چوڑا تھا اور اس کے نقوش کی سختی کو نمایاں کرتا تھا۔ یہ جبڑا بھی ٹھوڑی کے پاس سے زخمی ہو گیا تھا۔

دونوں نے ایک بار پھر اپنے بازو پھیلا لیے اور ایک دوسرے کے گرد نیم دائرے کی شکل میں گھومنے لگے۔ دونوں ہوانا کے گلی کوچوں سے جانے پہچانے فائٹر تھے۔ کوئی بھی ہار ماننے کو تیار نہیں تھا۔ ان دونوں نے تقریباً پانچ منٹ مزید فائٹ کی جس نے انہیں کچھ مزید زخمی اور نڈھال کیا۔ یہاں تو کوئی ریفری بھی نہیں تھا جو اس لڑائی میں وقفہ دیتا یا راؤنڈ ختم ہونے کا اعلان کرتا۔

انہوں نے اپنی مدد آپ کے تحت ہی ایک وقفہ لیا اور ایک دوسرے سے تقریباً تیس فٹ کی دوری پر بیٹھ کر ہانپنے لگے۔ بالکل جیسے دو چوپائے اپنی مادہ کے لیے جنگ لڑتے لڑتے بالکل نڈھال ہو جائیں اور ایک دوسرے کے سامنے کھڑے ہو کر ہانپنے لگیں۔

جمی کا بس نہیں چل رہا تھا، ورنہ وہ خالی ہاتھوں سے ہی ناب کا پیٹ پھاڑ ڈالتا اور اس کی انتڑیاں ہوا میں اچھال دیتا۔ لڑائی کے اصولوں کے مطابق وہ دونوں کوئی ہتھیار استعمال نہیں کر سکتے تھے۔ ہتھیار ان دونوں کے پاس تھا ہی نہیں۔ وہ اپنے سامان میں بھی کسی طرح کا ہتھیار لے کر نہیں آئے

سنہری باتیں

☆ گناہ سے ہر وقت بچو، مگر تنہائی میں گناہ سے خاص طور پر بچو کیونکہ اس گناہ کا گواہ خود اللہ تعالیٰ ہوتا ہے۔

☆ اپنی زبان کی تیزی اس ماں پر مت آزماؤ جیسے تمہیں بولنا سکھایا۔

☆ لفظ انسان کے غلام ہوتے ہیں مگر بولنے سے پہلے۔ بولنے کے بعد انسان اپنے لفظوں کا غلام بن جاتا ہے۔

☆ کوشش کرو کہ تم دنیا میں رہو، دنیا تم میں نہ رہے کیونکہ کشتی جب تک پانی میں رہتی ہے تیرتی رہتی ہے لیکن جب پانی کشتی میں آجاتا ہے تو وہ ڈوب جاتی ہے۔

☆ اگر کوئی محبت کرنے والا انسان آپ پر غصہ کرنا چھوڑ دے۔ تو سمجھ لو کہ آپ اس کی نظر میں اپنی اہمیت کھو چکے ہیں۔

☆ اگر لوگ تم سے متاثر ہو رہے ہوں تو تکبر نہ کرو شکر ادا کرو، اپنے رب کا جس نے تمہارے عیب چھپا کر تمہیں لوگوں میں معزز بنا رکھا ہے۔

☆ ہم یہ بھی نہیں جان پاتے کہ ہم کسی سے عام لوگوں کی نسبت زیادہ کس لیے وابستہ ہو جاتے ہیں بغیر کسی وجہ کے لوگوں سے کیوں پیار کرنے لگتے ہیں، ہم ان کی موجودگی میں خوش اور ان کی غیر حاضری میں اداس کیوں ہو جاتے ہیں۔ شاید کچھ رشتے وضاحت طلب نہیں ہوتے۔

مرسلہ: اختر شاہ عارف، ڈھوک جمعہ، جہلم

آپ کا نام کیا رکھوں؟

پھول رکھوں تو بکھر جاؤ گے، دل کہوں تو ٹوٹ جاؤ گے، جان کہوں تو نکل جاؤ گے، چلو تمہارا نام لوڈشیڈنگ رکھتے ہیں، جاؤ گے تو 2 گھنٹے بعد خود ہی واپس آؤ گے۔

مرسلہ رضوان تنولی کریڑوی، اورنگی ٹاؤن کراچی۔

تھے۔ یہ لڑائی انہوں نے UFC کے کھیل کی طرح خالی ہاتھ لڑنا تھی۔ آخر میں دونوں میں سے کسی ایک کو مکمل ناک آؤٹ ہو جانا تھا یا پھر کسی خطرناک داؤ میں پھنسنے کے بعد اس بات کا اشارہ دینا تھا کہ وہ اپنی جان بچانے کے لیے یہ مقابلہ ختم کرنا چاہتا ہے۔ یہ اشارہ ہاتھ وغیرہ ہلا کر یا پھر بول کر دیا جا سکتا تھا۔ ہارنے والے کو خاموشی کے ساتھ یہ جگہ چھوڑ جانا تھی اور پھر پلٹ کر اس طرف نہیں دیکھنا تھا۔ جیتنے والے کو یہاں بابرہ کے ساتھ عیش و آرام سے چند ہفتے گزارنا تھے۔

سوچتے سوچتے جمی نے گرے ہوئے خیمے کی طرف دیکھا۔ وہاں بابرہ دوزانو بیٹھی تھی۔ اس نے دونوں ہاتھ جوڑ کر اپنے چہرے کے سامنے رکھے ہوئے تھے۔ اس کی آنکھیں بند تھیں اور وہ دعائیہ انداز میں کچھ بول رہی تھی۔ جمی نے سوچا، وہ کیا دعا مانگ رہی ہوگی۔ شاید یہ مانگ رہی ہوگی کہ لڑتے لڑتے وہ دونوں ہی مر جائیں یا نیم جان ہو جائیں اور وہ کسی طرح یہاں سے نکل جائے یا شاید وہ اس لڑائی میں خود اس کے جیتنے کی دعا مانگ رہی ہو، بے شک وہ اور ناب ہر لحاظ سے بالکل ایک جیسے تھے۔ حتیٰ کہ شکل و صورت کے اعتبار سے بھی وہ ہم پلہ ہی تھے۔ بہرحال جمی کے نقوش تھوڑے سے تیکھے تھے۔ ناب کے نقوش قدرے موٹے اور سخت تھے اور ان میں مردانگی کی جھلک نسبتاً زیادہ تھی۔ ممکن تھا کہ اس حوالے سے بابرہ اسے ناب پر تھوڑی سی ترجیح دیتی اور ناب کے بجائے اس کے ساتھ رہنا پسند کرتی۔

دوسری طرف ناب بھی دیکھ رہا تھا کہ بابرہ نے آنکھیں بند کر رکھی ہیں اور دعائیہ انداز میں بڑبڑا رہی ہے۔ وہ کیا دعا مانگ رہی تھی؟ شاید یہ کہ ان دونوں کے ہوش ٹھکانے آ جائیں اور وہ اس خون خرابے سے رک جائیں یا شاید وہ ان دونوں میں سے کسی ایک کے لیے کامیابی کی دعا مانگ رہی تھی۔ گاڑی میں جب انہوں نے بابرہ کو بے ہوش کیا تھا تو اسپرے کا پف جمی نے ہی بابرہ کے منہ پر مارا تھا۔ یقینی بات تھی کہ بابرہ کو یہ واقعہ یاد ہوگا۔ یہ واقعہ اس کے لیے ناب کے انتخاب کا تھوڑا سا جواز پیدا کر سکتا تھا۔ بہرحال وہ یہ بھی جانتا تھا کہ بابرہ دونوں میں سے کسی کے ساتھ بھی یہاں رہنے کے لیے تیار ہے۔

چند منٹ بعد جمی اپنی جگہ سے اٹھا تو ناب نے بھی فوراً اٹھ جانا مناسب سمجھا۔ اگر وہ بیٹھا رہتا تو جمی کو یہی تاثر ملتا کہ وہ ابھی تک ہانپا ہوا ہے۔ جمی نے کھڑے ہونے کے بعد بڑی نفرت سے زمین پر تھوکا اور پھر اپنی دائیں ہتھیلی کو آسمان کی طرف اٹھا کر انگلیوں کے اشارے سے ناب کو اپنے قریب آنے کے لیے کہا۔ یہ تاؤ دلانے والا انداز تھا اور دوبارہ مقابلے کی دعوت تھی۔

ناب بھی اب قدرے تازہ دم ہو چکا تھا۔ وہ لمبے ڈگ بھرتا ہوا جمی کی طرف آیا۔ ناب کو معلوم تھا کہ اسے جمی کو کہاں ضرب لگانی چاہیے۔ وہ جانتا تھا کہ ایک پرانی لڑائی میں جمی کے دائیں گھٹنے پر شدید چوٹ آئی تھی اور وہ اب بھی اس ٹانگ کا بھرپور استعمال نہیں کر پا رہا۔ اگر وہ اس کے گھٹنے کو مزید نقصان پہنچانے میں کامیاب ہو جاتا تو لڑائی کا نتیجہ اس کے حق میں نکل سکتا تھا۔ دوسری طرف جمی بھی جانتا تھا کہ اس نے ہر صورت ناب کے دائیں مکے سے بچنا ہے۔ یوں تو دونوں مارشل آرٹ کی شدبد رکھتے تھے، بہرحال ناب کو خاص طور سے باکسنگ سے دلچسپی تھی۔ اس نے اپنے دائیں ہاتھ کے طوفانی گھونسے سے ہوانا کے کئی غنڈوں کو خاک چٹوائی تھی......

ایک بار پھر دونوں میں زوردار لڑائی شروع ہو گئی۔

دو تین منٹ بعد ہی جمی نے اچانک اڑنگا لگا کر ناب کو پشت کے بل ریت پر گرا لیا اور اس کو چھاپ لیا۔ ناب کے چوڑے جبڑے پر بے تحاشا گھونسے برساتے ہوئے وہ بولا۔ ”باسٹرڈ! ایک لاکھ لڑکیاں تھیں ہوانا میں۔ تجھے بس یہی نظر آتی رہی...... یہی نظر آتی رہی۔“

ناب نے اس زہریلی بات کا جواب عملی طور پر دیا۔ اس نے اچانک ہی پلٹی کھائی اور پھر زور لگا کر خود کو جمی کے نیچے سے نکال لیا۔ ایک چنگھاڑ کے ساتھ اس نے جمی کی ناف میں ٹانگ رسید کی اور یہیں پر اسے وہ موقع بھی مل گیا جسے وہ دیر سے تلاش کر رہا تھا۔ ناف پر ضرب کھا کر جمیل عرف جمی آگے جھکا اور اپنے چہرے کا دفاع بھول گیا۔ ناب کا نہایت خطرناک دایاں گھونسا اس کے منہ پر پڑا اور اس کی آنکھوں میں رنگ برنگے ستارے ناچ گئے۔ وہ سہارے کے لیے ہاتھ پاؤں چلاتا نیم گرم ریت پر گرا۔ اس کے کانوں میں اپنی ناک کی ہڈی ٹوٹنے کی آواز آئی تھی۔ نبیل یعنی ناب جمپ کرنے والے انداز میں اس کی طرف آیا اور ایک اور گھونسا اس کے جبڑے پر مارا۔ اس گھونسے نے جمی کی رہی سہی مدافعت بھی ختم کر دی۔ وہ بے ہوش ہو گیا لیکن ناب نے یہیں پر بس نہیں کیا۔ وہ مسلسل اس کے منہ پر اپنے گھونسوں کے ہتھوڑے برساتا رہا...... اور اپنی پوری تسلی کی کہ اب وہ قطعی طور پر مزاحمت کے قابل نہیں ہے۔

جمی کا چہرہ خون سے رنگین ہو چکا تھا۔ وہ بے سدھ پڑا تھا۔ بے شک، اس نے زبردست مقابلہ کیا تھا لیکن کچھ بھی تھا، دونوں میں سے کسی ایک نے ہی جیتنا تھا اور یہ جیت

ناب کے حصے میں آئی تھی۔ ناب نے نفرت سے جمی کے جسم پر تھوکا۔ پھر وہ ڈگمگاتا ہوا خیمے کی طرف آیا۔ سکتہ زدہ بابرہ کے قریب ہی نائلون کی ایک رسی پڑی تھی۔ وہ اسے لے کر دوبارہ جمی کی طرف بڑھا۔ اس نے احتیاط کے طور پر جمی کے بازو اور ٹانگیں رسی کی بندش میں جکڑ دیں۔

☆☆☆

یہ فتح کی شام تھی۔ اس شام سے آگے ایک پُرلطف رنگین شب ناب کا انتظار کر رہی تھی۔ اس نے بابرہ کے ساتھ مل کر گرا ہوا خیمہ دوبارہ کھڑا کر دیا تھا۔ وہ موٹر بوٹ میں سے کھانے پینے کے وافر سامان کے علاوہ مرہم پٹی کی اشیا بھی لے آیا تھا۔ اس نے اپنی چوٹوں پر خود ہی بینڈیج وغیرہ کی تھی۔ کسی درد کش دوا کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ تیز وہسکی نے اس کے رگ و پے میں سرور بھر دیا اور اس کی ہر جسمانی تکلیف کو پس منظر میں دھکیل دیا۔ ہوا نیم گرم اور خوشگوار تھی۔ خیمے سے پندرہ بیس میٹر کی دوری پر جمی ابھی تک بے سدھ پڑا تھا۔ اس کی گہری بے ہوشی اب نیم بے ہوشی میں بدل چکی تھی اور کبھی کبھی اس کی مدھم کراہ بھی سنائی دے جاتی تھی۔ اس کا چہرہ اسی طرح خون میں لتھڑا ہوا تھا۔ ناب کو امید تھی کہ وہ صبح تک مکمل ہوش میں آ جائے گا اور ...... پروگرام کے مطابق عمل کرتے ہوئے جزیرے سے نکل جائے گا۔ اگر وہ نہ بھی نکلتا تو ناب اب اس قابل تھا کہ اس کی ایک آدھ مزید ہڈی توڑ کر اسے یہاں سے چلتا کرتا۔

ناب ایک کشن سے ٹیک لگا کر خیمے میں نیم دراز ہو گیا۔ بابرہ نے اسے وہسکی کا گلاس پیش کیا۔ ناب کی ہدایت کے مطابق اب اس نے ایک مختصر لباس پہن لیا تھا۔ اس لباس میں وہ ہمیشہ سے زیادہ خوب صورت نظر آ رہی تھی یا شاید اس کی وجہ وہ وہسکی تھی جو ناب کے اندر مسلسل آتش جگا رہی تھی۔ خوش اندام بابرہ کے علاوہ بھی اسے اردگرد کی ہر شے خوب صورت نظر آنے لگی تھی۔

"مجھے ایک بات بتاؤ ہنی۔" ناب نے بابرہ کے بالوں سے کھیلتے ہوئے کہا۔

"کیا؟" اس نے ناب کی طرف دیکھے بغیر پوچھا۔

"جب ہم لڑ رہے تھے، میں نے تمہیں دعا مانگتے ہوئے دیکھا تھا۔ مجھے سچ سچ بتانا ہنی...... میں تمہیں ایک سو ایک فیصد گارنٹی دیتا ہوں کہ تمہارا جواب جو بھی ہوگا، میں اس پر کسی طرح کی ناراضی ظاہر نہیں کروں گا۔ نہ اب، نہ پھر کبھی...... مجھے بتاؤ کہ تم نے کیا "پریئر" کی تھی؟"

وہ کچھ دیر خاموش رہی پھر براہ راست ناب کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولی۔ "کیا واقعی تم سچ سننا چاہتے ہو؟"

"ہاں، میں سچ سننا چاہتا ہوں۔"

وہ دھیرے سے مسکرائی اور گہری سانس لے کر بولی۔

"میں وہی کہہ رہی ہوں جو میرے دل میں تھا۔ میں نے وہ دعا تمہارے لیے مانگی تھی...... تمہاری جیت کے لیے۔"

ناب کے سینے میں خوشگوار اور پُرجوش دھڑکنیں جاگ گئیں۔ وہ مسکرایا۔ "کیوں ہنی؟"

بابرہ نے جوس کا گھونٹ بھر کر کہا۔ "سچی بات یہ ہے کہ کوئی خاص وجہ تو نہیں تھی۔ تم دونوں میں سے کسی ایک کو دوسرے پر ترجیح دینا خاصا مشکل کام ہے۔ بس پتا نہیں کیوں میرے دل میں آئی اور میں نے تمہارے حق میں دعا مانگی۔ شاید ایسی کسی لڑائی کو دیکھتے ہوئے بالکل غیر جانبدار رہنا کافی مشکل ہوتا ہے۔ دیکھنے والے کا پلڑا کسی طرف تو تھوڑا بہت جھکتا ہی ہے۔"

"یعنی مجھے کسی خوش فہمی میں مبتلا نہیں رہنا چاہیے۔"

وہ ہنسی اور ٹینٹ لیمپ کی روشنی میں اس کے دانت کلیوں کی طرح دمک اٹھے۔

ناب نے پُرجوش انداز میں اسے اپنے ساتھ لپٹا لیا۔ وہ اس کے حسین چہرے کے نشیب و فراز میں گم ہونے لگا۔ اگر وہ سچ کہہ رہی تھی، تو یہی بڑی بات تھی کہ کوئی خاص وجہ نہ ہونے کے باوجود اس نے اسے جمی پر ترجیح دی تھی۔

بابرہ کو اپنی بانہوں میں لے کر ناب بہت خوش تھا۔ وہ اس کی رگ جاں میں اترتی جا رہی تھی۔ نشے نے اس کے قرب کے سرور کو دوآتشہ کر دیا۔ ان کی نزدیکی بڑھتی چلی گئی۔ بابرہ اس پر ہر طرح مہربان نظر آتی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ جب اس کے سر کے پچھلے حصے پر کسی وزنی چیز سے اچانک شدید ضرب لگائی گئی تو وہ ششدر رہ گیا۔ یہ چوٹ بابرہ کے علاوہ اور کون لگا سکتا تھا۔

'یہ کیا ہوا؟' اس نے سوچا اور اس کا ذہن اتھاہ تاریکی میں ڈوبتا چلا گیا۔

☆☆☆

اسے دوبارہ ہوش آیا تو وہ اسی خیمے میں چت پڑا تھا۔ اسے اندازہ ہوا کہ وہ ڈیڑھ دو گھنٹے بعد ہوش میں آیا ہے۔ اس نے اٹھنے کی کوشش کی تو اسے پتا چلا کہ اس کے ہاتھ ہی نہیں دونوں پاؤں بھی نائلون کی رسی سے جکڑے ہوئے ہیں۔ وہ اٹھ نہیں سکا۔ تب اس نے جمی کو دیکھا۔ وہ بھی خیمے کے اندر ہی موجود تھا۔ وہ بھی لیٹا ہوا تھا۔ اس کے ہاتھ پاؤں اب آزاد تھے۔ غالباً جو رسی کھولی گئی تھی، اسی سے اب ناب

کے ہاتھ پاؤں باندھے گئے تھے۔ بابرہ اب پھر لمبی قمیص اور جینز میں نظر آرہی تھی۔ وہ جمی پر جھکی ہوئی تھی اور اس کی پیشانی اور ناک پر پٹی باندھ رہی تھی۔ جمی کے ہونٹ کافی سوج چکے تھے۔ اس کی ایک آنکھ بھی گہری نیلی نظر آرہی تھی۔ وہ خاموش لیٹا تھا۔

''یہ سب کیا ہے؟ مجھے کیوں باندھا ہے تم نے؟ یہ کیا ہو رہا ہے میرے ساتھ؟'' ناب چلایا۔

بابرہ اور جمی نے اس کی طرف مطلق توجہ نہیں دی۔ جمی کی پیشانی پر پٹی باندھنے کے بعد بابرہ نے اسے تھوڑا سا پانی پلایا اور کمبل اس کی پنڈلیوں سے اٹھا کر سینے تک کھینچ دیا۔

ناب نے اپنی بندشوں سے زور آزمائی کی لیکن وہ ٹس سے مس نہیں ہوئیں۔ اسے بے حد مہارت اور مضبوطی سے باندھا گیا تھا۔

جمی سے فارغ ہونے کے بعد بابرہ، ناب کی طرف آئی اور اس کے قریب ہی آلتی پالتی مار کر بیٹھ گئی۔ ناب نے دیکھا بابرہ کے پاس ہی وہ چھوٹی ہتھوڑی پڑی تھی جو خیمے کی میخیں وغیرہ ٹھونکنے کے لیے استعمال ہوتی تھی۔ یقیناً بابرہ نے اسی ہتھوڑی کی مدد سے ناب کے سر کے پچھلے حصے پر ضرب لگائی تھی۔ ایسا کیوں کیا اس نے......؟ یہ سوال ایک پُرہول گونج کی طرح اس کی سماعت میں چکرا رہا تھا۔ پھر یہ سوال اس کی زبان پر بھی آگیا۔ اس نے بابرہ سے پوچھا۔

''تم نے تو کچھ اور کہا تھا۔ تم نے کہا تھا، تم میری جیت چاہتی تھیں، تم نے میرے لیے دعا مانگی تھی۔''

وہ عجب انداز سے مسکرائی۔ ''میں نے جھوٹ نہیں بولا۔ میں نے تمہاری جیت کی ہی خواہش کی تھی۔''

''تو پھر جمی آزاد کیوں ہے اور اس کی جگہ میں یہاں کیوں بندھا ہوا ہوں؟''

''اس لیے کہ تم جیت گئے ہو۔''

''میں سمجھا نہیں۔''

''کیا نہیں سمجھے؟''

ناب نے ایک طویل سانس لی اور بولا۔ ''جب کسی عورت کے لیے دو مردوں کے درمیان لڑائی ہوتی ہے تو جیتنے والا ہی عورت کا حق دار ٹھہرتا ہے۔ ہمیشہ سے ایسا ہی ہوتا آیا ہے۔''

''ہمیشہ سے ایسا ہوتا آیا ہوگا لیکن اب وقت بدل چکا ہے..... اور وقت کے ساتھ شاید عورت بھی بدل چکی ہے۔ یہ اکیسویں صدی ہے مسٹر ناب!'' بابرہ نے اطمینان سے جواب دیا۔

ناب نے ایک بار پھر بندشوں سے آزاد ہونے کے لیے زور لگایا اور ناکام ہونے کے بعد پھنکارا۔ ''تم پہلیاں نہ بجھواؤ۔ صاف بتاؤ کیا کہنا چاہتی ہو؟''

''میں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ میں اکیسویں صدی کی عورت ہوں۔ میں اس ''سوکالڈ'' سویمبر میں جیتنے والے کو اپنا آپ نہیں سونپوں گی...... اور یہ فیصلہ میں نے تم دونوں کی لڑائی شروع ہونے سے پہلے ہی کر لیا تھا۔ میں گائے بکری نہیں ہوں۔ میں خود کو جیت کا تحفہ کیوں بناؤں؟ کیوں نہ میں خود کسی کو جیتوں اور میں اس لڑائی میں جیتنے والے کو تو جیت نہیں سکتی تھی کیونکہ اس نے تو پہلے ہی فاتح بن کر میرے پاس آ: تھا۔ میں ہارنے والے کو جیت سکتی تھی اور ہارنے والا جمی تھا۔ وہ تمہارے سامنے بے بس ہو چکا تھا اور میں نے وہی کیا جو میرے حق میں بہتر تھا۔ اب جو کچھ ہوگا، اس میں کم از کم میرا بھی ایک کردار ہوگا۔ میری بھی حیثیت ہوگی۔''

ناب کی آنکھوں میں حیرت کا دریا بہنے لگا...... وہ کچھ دیر گہری سوچ میں رہنے کے بعد شکستہ لہجے میں بولا۔ ''تو...... اس کا مطلب ہے، تم نے میرے لیے جیت کی خواہش اس لیے کی...... کیونکہ تم...... جمی کے ساتھ رہنا چاہ رہی تھیں؟''

''نہیں، یہ میرے لیے زیادہ اہم نہیں تھا۔ میں نے اب تک صاف گوئی سے کام لیا ہے، اب بھی صاف گوئی سے کام لوں گی۔ میرے لیے تم دونوں ایک جیسے ہی تھے۔ میں کسی کے ساتھ بھی رہ سکتی تھی۔ بس مجھے جمی، تم سے تھوڑا سا کم کرخت نظر آیا، اس لیے میں نے تمہاری جیت کے حق میں دعا مانگی۔''

ناب ہونقوں کی طرح منہ کھولے اس کی طرف دیکھتا رہا۔ اکیسویں صدی کی ناقابلِ فہم عورت اس کے سامنے کھڑی تھی۔ اس نے ہارنے والے کو فاتح بنا دیا تھا۔

اگلے روز دوپہر کے وقت جمی اور بابرہ جزیرے سے رخصت ہو رہے تھے۔ زیادہ خون بہہ جانے سے جمی بہت کمزور دکھائی دے رہا تھا۔ بابرہ نے اسے زخمی ٹانگ کی طرف سے سہارا دے رکھا تھا۔ وہ موٹر بوٹ کی طرف بڑھے تو بابرہ نے چند لمحے رک کر ناب کی طرف دیکھا۔ وہ پندرہ بیس قدم چل کر واپس ناب کی طرف آئی اور سرگوشی میں بولی۔ ''میرا خیال ہے کہ دو تین گھنٹوں میں تم اپنی رسیاں کھولنے میں کامیاب ہو جاؤ گے۔ قریباً دو مہینے کا راشن ہے تمہارے پاس۔ یقینی بات ہے کہ اس دوران میں کوئی نہ کوئی سیلانی اس طرف آنکلے گا اور تمہیں یہاں سے نکال لے گا۔ ہم دونوں کیوبا سے جا رہے ہیں اور توقع رکھتے ہیں کہ تم ہمیں ڈھونڈنے میں وقت برباد نہیں کرو گے...... خدا حافظ۔''